تاریخ اور فلسفہ تاریخ

شہید محمد جعفر النمیری رح

تاریخ اور تاریخی عمل HISTORICAL PROCESS

توحید اور طاغوت کے درمیان معرکہ آرائی ہے۔

توحید، وحدت خدا، قیادت رسولؐ اور وحدت آدم کے تین عظیم اساسی اصولوں کی بنیاد پر ایک فلاحی انسانی سماج کی تعمیر کرتا ہے۔

طاغوت کی بنیاد دوئی پر ہے، جو زندگی کے ہر شعبے میں مختلف اور متضاد، غیر فطری اور غیر انسانی اصولوں کو سامنے لا کر، انسان اور کائنات کو تفریق، انتشار، فساد اور پراگندگی کے حوالے کر دیتی ہے۔

طاغوتی الٰہیات، مذہبیات یا مابعد الطبیعیات کبھی خدا کے وجود سے انکار کرتی ہے اور کبھی بہت سے خداؤں کو سامنے لاتی ہے۔ کبھی یہ ایک نرگن اور ناتواں خدا کا تصور پیش کرتی ہے، جو کائنات کی تخلیق کے بعد تمام اقتدار و اختیار سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے یا اس سے کنارہ کش ہو کر اب اس کائنات کو محض ایک تماشہ بین کی حیثیت

ڈاکٹر حیات عامر حسینی

سے دیکھ رہا ہے اور کبھی ایسے خدا کا جو بیوی، بچوں، رشتہ داروں اور دیوی دیوتاؤں کا غلام ہے۔ اس کا فلسفہ سیاسیات، قیادت و اقتدار کو کبھی چند بوالہوس، اخلاق و کردار سے عاری انسانوں کے حوالے کر دیتا ہے اور کبھی اسے چند دیومالائی قصوں کے فرضی کرداروں کا کھیل سمجھتا ہے۔ کبھی یہ فلسفہ چند پروہتوں، پجاریوں اور خود ساختہ مذہبی رہنماؤں کے ہاتھ میں "خدائی حکومت" کا پروانہ دیکر انسانوں کو غیر انسانیانے — DEHUMANIZATION کے عمل سے دوچار کر کے اس خطۂ ارضی کو جہنم زار بنا دیتا ہے۔

یہ فلسفہ اور نظامِ حیات، رنگ، نسل، زبان، جنس، خود ساختہ مذہب، جغرافیائی حدود اور دوسرے خود ساختہ مفروضوں کی بنیاد پر دو سماجوں کی تعمیر کر کے وحدتِ انسانی کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کا نعرہ بلند کر کے ایک ایسی اخلاقیات کو جنم دیتا ہے۔ جو طاقتور کے لیے سب کچھ جائز قرار دیتی ہے اور کمزور کو ہر شے سے محروم کر دیتی ہے۔ عورت کو مرد کا غلام اور کھلونا بنا کر اسے تمام حقوق سے محروم کر دیتی ہے۔ کبھی "داسی" کا خوبصورت نام دیکر اسے چند بوالہوس پروہتوں اور مذہب کے ٹھیکہ داروں کی رکھیل بنا کر زندگی کی ہر تمنا کو چھین کر اسے ہر لمحہ ایک نئے جسمانی عذاب اور روحانی کرب میں مبتلا کر دیتی ہے۔ بے لگام شہوت رانی کو تمام انسانی اور جھوٹی روحانی توجہات کا مرکز بنا کر عورت سے تخلیق، حسن اور عظمتِ انسانی کے تمام محور، مصادر، اور اسرار و رموز چھین لیتی ہے۔ قیامت یہ ہے کہ اس عظیم تخلیق کار "عورت" کو جو تمام رشتوں کی بنیاد، محور اور خالق ہے، جو ماں بھی ہے اور بہن بھی، بیوی بھی ہے اور بیٹی بھی، یہ طاغوتی الٰہیات و اخلاقیات اپنے ناپاک مقاصد کی تکمیل کیلئے "دیوی" کا نام دیکر تمام انسانی حقوق سے محروم کر دیتی ہے۔

اقتصادی میدان ہو تو طاغوت تمام اقتصادی وسایل اور سرمایہ کو چند ظالم ہاتھوں یا

ایک ریاست کے خود ساختہ، جابر و ظالم اور خاین اقتدار اعلیٰ کے ہاتھ میں مرکوز کر کے انسانوں کے گروہ عظیم کو محکوم و مجبور اور مفلوک الحال بنا دیتا ہے

تعلیم کا میدان ہو تو اُسے صرف چند استحصالی طبقوں اور مذہب کے خود ساختہ ٹھیکہ داروں یعنی پروہتوں، پادریوں، برہمنوں، ملاّؤں اور ان کی آل و اولاد کا حق قرار دیکر انسانوں کی عظیم اکثریت کو جبراً اس سے دور رکھتا ہے انہیں جہالت اور اندھیرے کے بیکراں تاریک سمندر میں دھکیل کر ان پر غلامی، جبر اور جہالت کی لعنت مسلط کر دی جاتی ہے اور یوں زندگی اور اس کے حقایق تمام مادی و روحانی وسایل کا دروازہ ان پر بند کر دیا جاتا ہے۔

یہ گھناونا کھیل مذہب کی آڑ میں کھیلا جاتا ہے۔ مذہبی کتابوں کو عام لوگوں کے لیے شجرِ ممنوعہ قرار دیکر انہیں حقیقی مذہب اور اس کی تعلیمات سے دور رکھ کر طاغوت اپنے مفادات کی تکمیل کرتا ہے۔ اسی آڑ میں ان علماء و مفکرین کو تعذیب خانوں کے اندھیروں میں پھینک دیا جاتا ہے یا قتل کرا دیا جاتا ہے، جو اس کے مقابل اٹھ کھڑے ہو کر ایک نئے مگر زندہ اور انقلابی انسانی سماج کی تعمیر کرنا چاہتے ہوں۔

عسکری میدان ہو تو عوام کو جانوروں کی طرح ان خود ساختہ اعلیٰ، استحصالی طبقوں کے بزدل، جابر اور ظالم سپوتوں اور جیالوں کی خدمت کرنے اور ان کا بوجھ ڈھونے کے لیے رکھا جاتا ہے۔ غرض یہ عمل دوئی، زندگی کے ہر شعبے میں طاغوت کا امتیازی نشان ہے

اس کے علی الرغم توحید (حاکمیت و ربوبیت خدا، قیادت رسول، وحدت انسان) تسخیر و تدبر کائنات میں انسانوں کے درمیان اشتراک عمل، عزت و وقار، امن و تعاون، عدل و انصاف، مساوات، عدل اجتماعی، سرمایہ کی عادلانہ تقسیم، علم و تقویٰ، شرافت نفس، مثبت اور اعلیٰ اقدار کی ترویج، غرض ایک صالح فلاحی انسانی معاشرے کی تعمیر اور دین و دنیا کی فلاح کا اصول ہے

توحید اور طاغوت کے درمیان یہ ہمہ وقت وہمہ جہت جاری معرکہ انسان کی آفرینش سے روز قیامت تک ہے، یہ معرکہ نفسیاتی بھی ہے اور علمی بھی، فلسفیانہ بھی ہے اور اقتصادی بھی، طبعیاتی بھی ہے اور مابعد الطبعیاتی بھی، اخلاقی بھی ہے اور مذہبی بھی، سیاسی بھی ہے اور سائنسی بھی ——— لیکن اس کی اصل حیثیت جدلیاتی DIALECTICAL ہے

یہ بات ذہن نشین رہے کہ میرا تصور "جدلیت" ہیگل اور مارکس اور ان کے متبعین سے کلی طور پر مختلف ہے، اس کی بنیاد قرآن کے پیش کردہ اس اصول پر ہے کہ اس دنیا میں خیر وشر یعنی توحید اور طاغوت دو برسر پیکار قوتیں ہیں، ان کی معرکہ آرائی ہمیشہ جدلیاتی نوعیت کی ہے، خیر یعنی توحید میں شر پوشیدہ نہیں اور نہ طاغوت یا شر میں خیر بلکہ یہ ایک دوسرے سے متصادم قوتیں ہیں البتہ جب کبھی کفر غالب آتا ہے تو اسے مٹانے کیلئے توحیدی قوتیں جنم لیتی ہیں، اور جہاں توحیدی قوتیں حاکمیت اور اقتدار کی مسند پر آتی ہیں، انکے خاتمے کیلئے دبی ہوئی شیطانی قوتیں سر اٹھاتی ہیں

توحید ایک قوت، ایک نظم، ایک جماعت ایک نظریہ اور ایک مکمل نظام حیات ہے، لیکن طاغوت تین مختلف شکلوں کفر، شرک اور نفاق میں سامنے آتا ہے۔

تاریخ اور تاریخی عمل مستضعفین (توحید) اور متکبرین (طاغوت) کی جنگ ہے۔ مستضعفین خدا کی وحدانیت، رسولؐ کی قیادت اور وحدت انسانی کے زرین اصولوں کو ماننے والی جماعت ہے، متکبرین وہ جماعت ہے جو مختلف خداؤں، مختلف ومتضاد، خود ساختہ قایدین اور انسانوں کے درمیان تفریق اور اونچ نیچ پر ایمان رکھتی ہے۔ لیکن مستضعفین سے میری مراد مزدور یا کسان نہیں بلکہ مومنین ہیں، کیونکہ مومن مزدور بھی ہوسکتا ہے اور کسان بھی، سرمایہ دار بھی ہوسکتا ہے اور کارخانہ دار بھی، صاحب علم شخص بھی ہوسکتا ہے اور صاحب اقتدار بھی — اور متکبر سے میری مراد ہر وہ شخص ہے جو توحید کے تین بنیادی اصولوں سے انحراف کرے۔ ان

اصولوں کا منکر کارخانہ دار بھی ہو سکتا ہے اور مزدور بھی' کسان بھی ہو سکتا ہے اور عالم بھی۔ صاحب اقتدار شخص بھی ہو سکتا ہے اور رائی بھی۔ سیاسی قوت افراد و اقوام کی تقدیر بدل دیتی ہے جب کبھی موحدین اور مومنین کے ہاتھ میں دنیا کی زمام کار آئی انہوں نے انسان کو صرف "خدا" کی غلامی کا سبق دیکر اسے دوسری تمام غلامیوں اور محرومیوں سے آزاد کیا۔ اسے نئی زندگی' نئی سوچ' نئی قوت اور نیا عمل اور جذبہ عمل عطا کیا' اسے خدا کے خلیفہ کی حیثیت سے اس کائنات کی تسخیر کے لیے تمام مزاحم قوتوں سے برسر پیکار ہونا سکھایا۔ اور ایک فلاحی انسانی سماج کی تعمیر کی لیکن جب کبھی مستکبرین کے ہاتھ سیاسی قوت آئی' تو انہوں نے انسان کو اپنا غلام بنا کر اسے تمام حقوق سے محروم کر دیا۔ اس سے زندگی کی تمام حیثیات چھین لیں۔ اس کی سوچ عمل اور تخلیقی قوتوں کو زنجیریں پہنادیں' ظلم و جبر اور غارت گری کر کے کتنی انسانی تہذیبوں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا۔ سیاسی غلامی سب سے بڑی لعنت اور تمام شر کی جڑ ہے یہ انسان کو اپنے وجود' مرکز عمل اور تمام تخلیقی قوتوں سے محروم کر دیتی ہے۔ مذہبی' اقتصادی' لسانی سماجی اور دیگر اقسام کی غلامیاں تو محض اس کی ذریعہ ہیں۔

تاریخ کا مطالعہ' فکری انتشار و مرعوبیت اور ذہنی غلامی کی زہریلی دلدل سے جو سیاسی غلامی کی پیداوار ہے' انسان کو آزاد کر کے' اسے دین کی صحیح فہم اور اس کے نتیجے میں اعلیٰ روحانی اقدار عطا کر کے' عظمت و وقار کی زندگی کی شاہراہ پر گامزن کرتا ہے۔

تاریخ افراد و اقوام کا سب سے قیمتی سرمایہ ہوتا ہے۔ ایک فرد یا قوم کو اس کے ماضی سے جاہل رکھ کر' اسے اس کے وجود' مرکز عمل' قوت تخلیق' تشخص اور تابناک مستقبل' سے آسانی سے محروم کر کے اسے چوپایوں سے بدتر زندگی گزارنے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔

ایک زندہ شخص یا قوم کو اپنی اقدار' اپنے وجود سے زیادہ عزیز ہوتی ہیں' کیونکہ یہ اقدار

ہی اس کے وجود کی ضامن ہوتی ہیں۔ تاریخ ان ہی اقدار کی داستان اور مسلسل وجود ہے اگر یہ اقدار فنا ہو جائیں تو وہ شخص یا قوم خود ہی موت کے گھاٹ اتر جاتی ہے۔

تاریخ ایک زمانی مگر تخلیقی عمل ہے اور تخلیق صرف مومن کا حصہ ہے۔ منافق مشرک یا کافر صرف تخریب کار اور دہشت گرد ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے تمام اصولوں کی اساس تخریب ہے۔ تخلیق اور تعمیر یا تخلیقی اور تعمیری قوتوں کے مقابل ہمیشہ تخریب یا تخریبی قوتیں ہوتی ہیں۔ اسی لیے میں تاریخ یا تاریخی عمل کو توحید اور طاغوت کے درمیان جاری معرکہ آرائی سمجھتا ہوں۔ تاریخ افراد و اقوام کی (انفرادی و اجتماعی) زندگی کی داستان ہے۔ لیکن تنزل یا ترقی کی بنیاد تاریخ نہیں بلکہ تاریخی عمل یا نظریاتی کشمکش ہے۔

جو افراد و اقوام اپنے نظریات، اصول و اقدار، روح کشمکش اور جد و جہد سے دور ہو جاتے ہیں وہ لازماً زوال اور فنا کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ اور جو ان پر ثابت قدم رہتے ہیں اور ان کی بقا کے لیے جد و جہد اور کشمکش میں مصروف رہتے ہیں۔ اور شاہراہ ترقی پر گامزن رہتے ہوئے تسخیر و تعمیر کائنات کا عمل انجام دیتے ہیں وہ زندہ رہتے ہیں۔ لوگوں کا ہجوم تاریخ نہیں لکھتا۔ تاریخ کا دھارا ہمیشہ چند ایسے افراد ہی بدل دیتے ہیں جو اپنے نظریات پر ہمت و استقامت سے ثابت قدم رہتے ہوئے اس کے عملی نفاذ کے لیے اقدامات کرتے ہیں۔ ان کا ہتھیار، ان کا نظریہ ہوتا ہے اور ان کا مطمحِ نظر GOAL بھی ان کا نظریہ ہی ہوتا ہے افراد کی قلت، جنگ کی طوالت، ہتھیاروں کی کمی اقتصادی بدحالی ان لوگوں کا راستہ نہیں روکتے، بلکہ ان کے لیے عمل کے نئے سامان فراہم کرتی ہے۔ اپنے نظریہ سے لگاؤ اسے بچانے کا راسخ جذبہ اور اس سے تعهد COMMITMENT ان اشخاص کے لیے ہر لمحہ تعمیر و تسخیر کے نئے دروازے وا کرتا ہے۔ یوں تاریخ ان کے لیے اپنے اسباق سے،

میدان عمل فراہم کرتی ہے، یہی اصول تخلیق اور تخلیقی عمل کا ہے، تنزل پزیر اور تنزل یافتہ افراد و اقوام کا خاصہ ہے کہ وہ احتساب ذات اور تخلیق و تعمیر سے دور ہو جاتے ہیں۔

تاریخ کی اجتماعی زندگی میں وہی اہمیت ہے جو فرد واحد کی زندگی میں حافظے کی۔ اگر فرد واحد کا حافظہ اس سے سلب کر لیا جائے تو وہ پے درپے غلطیوں کا ارتکاب کرتے کرتے ان کا شکار ہو جائے گا کسی شخص کے متعلق صحیح رائے قایم کرنے اور صحیح فیصلہ کرنے کے لیے اس کی زندگی کا ریکارڈ سامنے ہونا بہت ضروری ہے۔ بالکل یہی صورت اجتماعی یا جماعتی زندگی کی بھی ہے، اگر نوع انسانی اور اپنی اور دوسری اقوام کا ریکارڈ ہمارے سامنے نہ ہو تو ہماری اجتماعی زندگی غلط کاریوں اور غلط اندیشیوں کا مجموعہ بن کر رہ جائے گی، اس لیے تاریخ کا مسلسل جایزہ اور مطالعہ بہت ہی ضروری ہے۔ تاریخ کا مطالعہ تین نقطہ ہائے نظر سے کیا جاتا ہے۔

ا، معروضی یا سائنسی، ب، قوم پرستانہ، ج، مقصدی اور اصولی یعنی اسلامی،

پہلا نقطہ نظر واقعات کا محض واقعات کی حیثیت سے دیکھنا ہے۔

دوسرا نقطہ نظر، تاریخ کو اپنے مقاصد، منصوبوں اور قومی تقاضوں اور خود ساختہ مفروضوں کی بناء پر مسخ کر کے پیش کرنا ہے، نسلی، لسانی یا قومی نفرت و برتری اس نقطہ نظر کی بنیاد فراہم کرتا ہے

تیسرا نقطہ نظر انسانی فلاح و سعادت کے صحیح نظریہ اور خیر و شر کے معیار کو سامنے رکھتے ہوئے واقعات کے معروضی مطالعہ سے اخذ کیے گئے نتایج کی بنیاد پر تاریخ کا مطالعہ کرنا

اسلام کسی قومیت کا نام نہیں بلکہ ایک مکمل نظام حیات ہے۔ جو مطلقاً انسان کی ہمہ جہت بھلائی اور فلاح سے تعلق رکھتا ہے۔ اسے ان تعصبات سے کوئی دلچسپی نہیں جو

انسانوں کی نسلی، قومی اور جغرافیائی تقسیمات سے پیدا ہوتے ہیں۔ لہذا اس کا تاریخ کا نقطہ نظر کلی طور پر معروضی اور سائنسی ہے۔ تاکہ قوموں کے عروج و زوال، اشخاص، اقوام اور اداروں کے رویوں کو جانچ کر بے لاگ اور غیر متعصبانہ نتائج اخذ کر کے غلطیوں اور اچھائیوں کی نشاندہی کی جائے، تاکہ ان کے اسباب و علل کی کھوج لگا کر انفرادی و اجتماعی زندگی کو ایک صحیح رخ دیا جا سکے۔

تاریخ کی منصوبہ بند طریقے پر غلط، مکارانہ اور خود ساختہ تعبیر و تفہیم سامراج کا وہ حربہ ہے، جس کے ذریعے وہ کمزور اور مغلوب و محکوم اقوام کی حیثیت، اصلی، بنیادی اقدار اور روح حیات کو مسخ کر کے انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کی سازشیں کرتا ہے۔

مغرب کے سفید سامراج، مشرق کے سرخ اشتراکی دیو، فلسفہ تاریخ اور طریقہ ہائے اعمال کا مطالعہ کیجئے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو کر سامنے آتی ہے۔

اسلام جو حریت، آزادی، عزت نفس اور اعلیٰ اقدار و روایات کا واحد اور حقیقی پیش کار و نگہدار ہے، تاریخ کو خدا کی آیات، اور تاریخی عمل، کو توحید و طاغوت کے درمیان معرکہ آرائی قرار دیتا ہے۔ یہ نظریہ توحید، رسالت، معاد، وحدت آدم اور عزت و تکریم آدم کے زریں اصولوں پر مبنی ہے۔ یہ نظریہ انسان کو تمام غلامیوں اور ذلتوں سے آزاد کر کے اسے صرف اللہ کی غلامی میں دے دیتا ہے، جو اس کا حقیقی خالق، مالک، رزاق، رب اور اس کی منزل ہے۔